تاثرات

اسلام جہاں مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں ایک طرح کا نظم و ضبط پیدا کرتا ہے وہاں ان کے ماہ و سال میں بھی ایک باقاعدگی اور موزونیت کا متمنی ہے۔ اسلام نے فکر و عمل کے تمام اجزا میں الگ الگ کچھ خصوصیات ودیعت فرمائی ہیں۔ سن و تقویم کی تعیین میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے چند خصوصیات کو پیشِ نگاہ رکھا ہے، جو دوسرے مذاہب و ادیان سے مختلف ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کے سن کا آغاز اس زمانے سے ہوتا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ یعنی مسلمانوں نے اپنی تاریخ کی ابتدا اس وقت سے کی جب ان کا مکہ مکرمہ میں قیام ممکن نہ رہا اور مخالفینِ اسلام نے ایسی فضا پیدا کر دی کہ حالات قطعی ناموافق شکل اختیار کر گئے۔

بلاشبہ اسلام کے نقطۂ نظر سے بلکہ پوری انسانیت کے نقطۂ فکر سے سب سے بڑا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کا افقِ وجود پر جلوہ گر ہونا ہے، اس لیے کہ یہی وہ ساعتِ سعید ہے جو صحت مند تہذیب اور صاف ستھری ثقافت کو عالمِ وجود میں لانے کا باعث بنی ہے اور یہی وہ مرکزِ نور ہے جس سے دنیا بھر کے علوم و فنون کی مشعلیں اکتسابِ ضو کرتی ہیں۔ مگر مسلمانوں نے اپنی تاریخ اور سنین و شہور کا آغاز اس عظیم واقعہ سے نہیں کیا۔

دوسرا بڑا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چالیس سال بعد آتا ہے، جب کہ حضور کو اللہ کی طرف سے خلعتِ نبوت سے نوازا اور پیرہنِ رسالت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے دنیا کو انسانیت کی عظمت و برتری کی تعلیم دی اور جہالت کے اندھیروں میں گھری ہوئی مخلوق کو علم و عرفان اور معرفت و ادراک کی شمعِ فروزاں سے مستنیر ہونے کی دعوت سے نوازا، مگر اسلامی سن کے آغاز کی بنیاد اس عظیم واقعہ کو بھی نہ بنایا گیا۔

اس سے کئی سال بعد یکے بعد دیگرے متعدد واقعات ظہور میں آئے، جن سے مسلمانوں کی حالت یکسر بدل گئی اور اسلامی زاویۂ فکر سے انقلاب و تغیر کی ایک نہایت ہی خوشگوار فضا کروٹ لینے لگی۔ اس

طویل سلسلۂ واقعات میں اوّلین واقعہ فتح بدر کا ہے، جو نہایت متہم بالشان واقعہ ہے، کفر و اسلام کے اس پہلے معرکے میں مشرکینِ عرب نے اپنی تمام تر طاقت میدان میں جھونک دی اور ایک مسلح لشکرِ جرار مقابلے میں اُتر آیا لیکن ادھر صرف تین سو تیرہ افراد، جو پورا سامانِ حرب و ضرب بھی نہ رکھتے تھے۔ ان مٹھی بھر افراد نے کفر کی طاقت کو میدانِ کارزار میں فیصلہ کن شکست دی اور فتح و کامرانی سے ہم کنار ہوئے۔ یہ نہ صرف قلت کی کثرت پر فتح تھی بلکہ اصول اور عقیدے کی فتح تھی، ایک نئے اسلوبِ زندگی کی فتح تھی، سچائی کی فتح تھی اور اسلامی اقدارِ حیات کی فتح تھی۔ اس فتح سے مسلمانوں کے سامنے زندگی کے نئے دروازے وا ہوئے، مستقبل میں نئی فتوحات کی بشارت ملی اور آنے والے ددر میں نئے امکانات ان کی نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔ مگر اسلامی تاریخ کا نقطۂ آغاز اس کو بھی قرار نہیں دیا گیا۔

پھر اس سے چند سال بعد فتح مکہ کا واقعہ عظمیٰ ظہور پذیر ہوا۔ یہ وہ عظیم الشان واقعہ ہے، جب کفر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام کے سامنے سپر ڈال دیتا، اور واضح انداز میں اپنی شکست کا اعتراف کر لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اس شان و شکوہ سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں کہ کسی کو ان کا راستہ روکنے اور ان کے مقابلے میں آنے کی جرات نہیں ہوتی۔ یہی وہ شہر مکہ ہے جہاں ان کو اس قدر سخت اذیتیں پہنچائی گئی تھیں کہ ان کا وہاں رہنا ناممکن ہو گیا تھا اور اُن کی زندگی تک ختم کر دینے کے منصوبے تیار ہو چکے تھے۔ اب یہ زمانہ ہے کہ ان کا کوئی حریف اور کوئی مدِمقابل نہیں ہے۔ کفر کے سب بادل چھٹ چکے ہیں۔ یہ بہت بڑی سعادت تھی جو مسلمانوں کے حصے میں آئی اور مادی و معنوی کامرانیوں کی بے مثال کلید تھی جو اُن کو حاصل ہوئی۔ مگر اسلامی تقویم کی بنیاد یہ واقعہ بھی قرار نہ پایا۔

اسی طرح اسلامی تاریخ میں اور بھی متعدد ایسے واقعات سامنے آئے جو اجتماعی اور انفرادی طور پر انتہائی اہمیت کے حامل تھے، ان میں سے بعض فرحت و مسرت سے تعلق رکھتے تھے اور بعض غم داندوہ سے، مگر اسلامی تاریخ کے آغاز کے لیے ان کو اساس نہیں بنایا گیا۔

مسلمانوں نے خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں خود حضرت عمرؓ کی تجویز کے مطابق ہجرت سے اپنے سن کا آغاز کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہجرت وہ موقع ہے، جب مسلمانوں نے اللہ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کفارِ مکہ کے مظالم برداشت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اسلامی

دعوت کی ہمہ گیر نشر و اشاعت اور ترویج و تبلیغ کو اپنا مطمح نظر ٹھہرا لیا۔ اس کے لیے انھوں نے جائیداد چھوڑی، وطن کو خیرباد کہا اور اللہ کے مقدس گھر بیت اللہ تک سے نکل جانے کی ٹھان لی، کیونکہ دعوت حق کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے اور اپنی اجتماعی قوتوں کو آزادانہ ماحول میں منظم کر کے کفر کے خلاف نبرد آزما ہونے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ چنانچہ وہ اس کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور مجبوراً بیت اللہ کی مبارک وادی کی سکونت ترک کر کے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن ٹھہرا لیا کہ یہیں سے کفر کی طاقت کو آسانی کے ساتھ شکست دی جا سکتی اور اس کو اس سرزمین سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا جا سکتا ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ اس میں وہ ہر اعتبار سے کامیاب رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فہم و فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ انھوں نے ہجرت سے اپنے سن و تقویم کی ابتدا کر کے بہت بڑی دینی بصیرت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ثابت کرنا اور لوگوں کو یہ پیغام دینا تھا کہ اصل شے اجتماعی زندگی ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اجتماعی زندگی کے آغاز و ظہور کو اس وقت سے ابھا گر کریں جب انھوں نے اجتماعی نقطۂ نظر سے پہلا اجتماعی قدم اٹھایا۔

اسلام کے ظہور پر چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور عالم اسلام میں پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات شروع ہو گئی ہیں۔ یہ تقریبات دو سال جاری رہیں گی۔ پاکستان میں بھی ان تقریبات کا آغاز ہو گیا ہے۔ ہر صدی میں اسلام نے انقلاب و تغیر کی بے شمار راہیں دیکھی ہیں اور ہر صدی کسی نہ کسی اعتبار سے خاص اہمیت کی حامل رہی ہے۔

چودھویں صدی ہجری بھی اپنے دامن میں بہت سی خصوصیات رکھتی ہے۔ اس میں ایشیا کے بہت سے ملک آزاد ہوئے، اسلامی ممالک میں بے شمار تحریکیں اٹھیں اور وہ نئی راہوں سے آشنا ہوئے۔ اس میں لاتعداد عظیم شخصیتیں عالم وجود میں آئیں اور دنیا میں نئی روشنی پھیلانے کا باعث بنیں۔ ہمارا فرض ہے کہ پندرھویں صدی ہجری میں ان سب تحریکوں کا جائزہ لیں اور حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے اس پر غور کریں کہ مختلف اسلامی ملکوں میں اسلامیات یعنی قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کے کن کن پہلوؤں کو لائق اعتنا ٹھہرایا گیا، پھر اقتصادیات، معاشیات، سیاسیات، سائنس اور دیگر علوم و فنون پر کیا کام ہوا، کس میدان میں تحقیق کتنی آگے بڑھی اور کون کون سی نئی باتیں ابھر کر فکر و نظر کے زاویوں میں آئیں۔ ہمیں ان سے کیا سبق ملا اور تحقیق و تقدم کی کون سی راہیں ہمارے لیے ہموار ہوئیں۔ نیز ہم دیکھیں کہ کون سی چیز ادھوری رہ گئی ہے اور اسے کس نہج سے آگے بڑھانا ضروری ہے۔